جناب لیفٹننٹ کرنل (ر) محمد اعظم صاحب

"کارگل" کشمیر کا نیا محاذ جنگ

کارگل سیکٹر میں بھارت کی بدترین تازہ جارحیت پر زیر نظر مضمون میں موجودہ صورتحال اس علاقہ کا تاریخی پس منظر اور آئندہ پیش آنے والے حالات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ موجودہ مضمون اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس کے مرتب جناب لیفٹیننٹ کرنل (ر) محمد اعظم صاحب (اکوڑہ خٹک) جو ماہنامہ الحق کے خصوصی مضمون نگار بھی ہیں نے 1965ء کی جنگ میں بطور سٹاف آفیسر اور پھر دوسری مرتبہ 1971ء میں کمانڈنگ آفیسر کے طور پر اس علاقہ میں فرائض سرانجام دیے۔ حالات کی صحیح منظر کشی انہوں نے اسی تناظر میں کی ہے۔ (مدیر)

سن 1948ء سے پہلے ڈوگرہ حکومت کے زمانے میں کارگل اور بلتستان لداخ کے وزیرِ وزارت کے ماتحت دو انتہائی پسماندہ اور دور افتادہ پہاڑی تحصیلیں تھیں۔ جن کی ۹۰ فیصد سے زیادہ آبادی مسلمان تھی۔ کارگل کی تحصیل میں کچھ آبادی بدھ مت سے تعلق رکھنے والے لداخیوں کی تھی۔ جن کا مذہبی تعلق تبت کے لاماؤں سے تھا۔ سن 1947ء کے اواخر میں جب کشمیریوں نے ڈوگرہ حکومت کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کیا تو گلگت اور بلتستان جو کشمیر کے انتہائی شمال میں واقع پہاڑی علاقے تھے۔ وہاں جو تحریکیں اٹھیں وہ مقامی نوعیت کی تھیں۔ گلگت میں مقامی لوگوں نے گورنر گھنسارا سنگھ کو گلگت سکاؤٹس کی مدد سے گرفتار کر کے 16۔ نومبر 1947ء کو آزادی کا اعلان کر دیا اور گلگت کا پاکستان سے الحاق کرتے ہوئے صوبہ سرحد کی حکومت سے انتظامی امور سنبھالنے کی درخواست کی۔ اسی نوعیت کا اعلان بلتیوں نے بھی کیا اور مہاراجہ کی ایک بٹالین فوج جو سکردو میں خرپچو کے قلعے میں رہ رہی تھی گھیرے میں لے لیا اور ایک مختصر سا لشکر ترتیب دے کر کارگل کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ بعد میں ان کے ساتھ گلگت کے مجاہد بھی شامل ہو گئے۔ ان مجاہدوں نے 10۔ مئی 1948ء تک دراس کارگل کے علاقے آزادی کرا لئے تھے اور لیہ (لداخ کے دارالحکومت) تک پہنچ چکے تھے۔ مگر کسی قسم کی امداد میسر نہ ہونے اور بے پناہ غربت اور پسماندگی کے باعث یہ لشکر اپنی فتوحات برقرار نہ رکھ سکے۔ مگر بھارتی فوجوں کی آمد کے بعد یہ

علاقے ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ لیکن دراس کارگل کی سڑک اور کارگل چھاؤنی کی نگرانی کرنے والی یہ بلند چوٹیاں مجاہدوں کے قبضے میں رہیں۔ مقامی ملیشیا پر مشتمل ان پوسٹوں کی ایک علیحدہ تاریخ ہے اور بھارتی افواج متعدد بار ان پر قبضہ کر کے انہیں کھو چکی ہیں۔ تا آنکہ 1971ء کی جنگ کے بعد یہ پوسٹیں مستقل طور پر بھارت کے قبضے میں چلی گئیں۔ یہ چوکیاں چودہ پندرہ اور سولہ ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی جگہوں پر واقع ہیں جہاں سے کارگل چھاؤنی (جہاں کسی وقت ایک ڈویژن بھارتی فوج رہ رہی تھی اور اب تعداد کہیں زیادہ ہے) کو توپ خانے اور دوسرے فائر کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ سری نگر، زوجیلا پاس دراس کارگل کی سڑک جس کے ذریعے اگلے علاقوں میں تعینات تین چار ڈویژن فوج کے لئے راشن اور دوسرے سامان کی ڈمپنگ صرف اسی راستے سے ہوتی ہے اور گرمیوں کے تین چار مہینوں کے دوران ہو سکتی ہے جب کہ باقی آٹھ مہینوں میں برف کی وجہ سے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بھارتی فوج اس کمیونیکیشن لائن کے متعلق بے حد حساس ہے۔ اس سڑک پر جو فوجی قافلے گزرتے ہیں ایک ایک کانوائی دو دو تین سو گاڑیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور بھارتی نہیں چاہتے کہ یہ سڑک پاکستانی چوکیوں کے فائر کے نیچے یا زیر نگرانی ہو۔ کارگل سے سیاچین جانے والا راستہ بھی انہی پوسٹوں کے سامنے سے گزرتا ہے اور بھارتی نہیں چاہتے کہ پاکستان اس علاقے میں آگے پیچھے ہونے والی ہر حرکت سے باخبر رہے۔

دریائے سندھ لیہ لداخ سے ہوتا ہوا کارگل کے پاس سے گزرتا ہے اور اولڈنگ کے مقام کے نزدیک پاکستانی حدود میں داخل ہوتا ہے۔ اس علاقے کا دوسرا بڑا دریا شیوک ہے۔ یہ دریا بھی لداخ کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور نوبرا وادی سے گزرتا ہوا سیاری فرانو کے مقام پر لائن آف کنٹرول سے گزرتا ہوا خپلو سے نیچے خرمنگ کی وادی میں دریائے سندھ میں جا گرتا ہے۔ سیاہ چین گلیشیر شیوک کی وادیوں کے شمال مشرق میں واقع ہے اور اس تک پہنچنے کیلئے خپلو کے مقام پر دریائے شیوک کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ سن 1971ء سے پہلے وادی نوبرا میں ترتک چلونکا تک کا علاقہ پاکستان کے زیر تسلط تھا۔ مگر سن 71ء کی جنگ میں یہ علاقہ پاکستان کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ سن 71ء سے پہلے کارگل اور نوبرا دونوں سیکٹرز میں تمام چوکیوں پر سکاؤٹس تعینات تھے۔ جو کہ باقاعدہ فوج کے

مقابلہ میں کمتر درجے کے ٹروپس تھے اور کم خرچ ہونے کی وجہ سے پاکستان انہی سے کام چلاتا رہا تھا۔ ان کا بجٹ ڈیفنس سے نہیں بلکہ وزارت امور کشمیر کی طرف سے الاٹ کیا جاتا تھا۔ سکاؤٹس چونکہ سیکنڈ لائن ٹروپس ہیں اور ان کا کام حملہ آور کو اپنی باقاعدہ فوج کے آنے تک روکے رکھنا ہے اس لئے شمالی علاقہ کے تینوں سکاؤٹس کو ستر کی دہائی کے وسط میں توڑ کر باقاعدہ فوج کی طرح ہتھیار دوسرا سازوسامان اور تربیت دے کر جنگ بندی لائن اور لائن آف کنٹرول پر تعینات کر دیا گیا۔ اور اس کمزوری کا ازالہ کر دیا گیا جو 65ء اور 71ء کی جنگوں کے دوران نقصان کا باعث بنے تھے۔ یہ پلٹنیں پہاڑی ڈویژن کی لائنز پر باقاعدہ منظم ہیں اور پہاڑی علاقے میں کسی بھی دشمن سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں ان کی کارکردگی کا اندازہ ان دنوں دونوں بھارتی جنگی جہازوں کے گرائے جانے سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو جنگ بندی لائن عبور کر کے پاکستانی علاقے میں پانچ سات میل اندر گھس آئے تھے۔

کشمیری مجاہدین پچھلے دس سال سے اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور اب وہ اس مقام پر پہنچ چکے ہیں جب حریت پسند محدود چھاپہ مار کارروائیوں سے گذر کر بڑی آپریشنز کرنے کی اہلیت حاصل کر لیتے ہیں اور اپنے چھوٹے چھوٹے گروپوں کو اکٹھا کر کے منظم یونٹوں میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ یہ تنظیم اس بات کا اشارہ کرتی ہے کہ آزادی کی منزل اب بہت دور نہیں اور گوریلا فورسز دشمن کی باقاعدہ فوج سے مقابلہ کر سکتی ہیں۔ کارگل 'ترتک' چھوربٹ لا اور بٹالک کے آپریشنز اسی اہلیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ بھارتی میڈیا پر واویلا سراسر جھوٹ کا پلندہ اور بھارتی عوام کی رائے کو گمراہ کرنے کی کوشش ہے۔ کشمیری مجاہدین جن چوٹیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کی بلندی پندرہ سولہ ہزار فٹ سے کسی طرح کم نہیں اور ان چوٹیوں پر بھارتی جہازوں کا ہوائی حملہ یا توپخانے کا فائر کوئی اثر نہیں رکھتا اور نہ ہی پیدل فوج کا پہاڑ پر نیچے سے اوپر حملہ کسی نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ بھارتی فوجی قیادت نے کہا ہے کہ وہ ایک مہینے تک یہ پوسٹیں خالی کروالیں گے جبکہ اس وقت تک اس علاقے میں مون سون کے بادلوں کی وجہ سے ہوائی جہازوں کا استعمال ممکن نہیں ہوگا اور مون سون کے ختم ہونے کے ساتھ برفباری اس کام کو مزید مشکل بنادے گی۔

بھارتی فوج کی عمومی کارکردگی سے کچھ واضح اشارات ملتے ہیں اور وہ یہ کہ بھارتی فوج جس کی تقریباً چھ سات لاکھ کے لگ بھگ نفری پچھلی کئی دہائیوں سے کشمیر میں ایک بے مقصد جنگ لڑ رہی ہے جس کو بظاہر نہ کوئی جیت رہا ہے نہ ہار رہا ہے۔ اس صورتحال نے بھارتی فوج کے مورال پر بے حد منفی اثرات مرتب کئے ہیں۔ گھروں سے ہزاروں میل دور مدراس یا بنگال کے رہنے والے ایک جوان کے نفسیاتی مسائل کا اندازہ کیجئے جو نہ آسانی سے مختصر چھٹی پر گھر جا سکتا ہے نہ اپنے بیوی بچوں یا اپنی فیملی سے مل سکتا ہے مزید برآں جس آب و ہوا میں وہ رہ رہا ہے وہ اس کیلئے جہنم سے کم نہیں اگر ان کے ہاں خودکشی اور اپنے افسروں یا ساتھیوں پر فائر کھول دینے کے واقعات تواتر سے ہو رہے ہیں تو اس کی وجوہ وہ بلاوجہ جنگ ہے جس میں وہ خود مر رہے ہیں اور بے گناہ لوگوں کو مار رہے ہیں۔ زی ٹی وی کے ایک سروے کے مطابق بھارت کی 48 فیصد آبادی کشمیر سے متعلق اپنی حکومت کی رائے سے متفق نہیں۔ حالات بتا رہے ہے کہ یہ تعداد مزید بڑھے گی اور اگر ڈیگال کے پائے کا لیڈر بھارت پیدا نہ کر سکا جس کا قوی امکان ہے کہ پیدا نہیں کر سکے گا تو بہت تھوڑے عرصے میں یا تو بھارتی فوج فرانس، امریکہ اور روس کی طرح خود میدان چھوڑ جائے گی یا روس کی طرح بھارت بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا اور اس کے عالمی طاقت بننے کے خواب ادھورے رہ جائیں گے۔

جیسا کہ ہوتا رہا ہے کارگل سیکٹر میں بھارتی فوج ہر سال پندرہ سولہ ہزار فٹ یا اس سے زیادہ بلندی پر واقع پوسٹیں سردیوں کے شروع میں خالی کر جاتی تھی اور مئی کے وسط میں برفیں پگھلنے کے بعد دوبارہ آکر ان کو استعمال میں لے آتی تھی، مگر اس سال ان پوسٹوں پر بھارتیوں کی آمد سے پہلے مجاہدین بھاری تعداد میں وہاں پہنچ گئے۔ اور ان پر قبضہ کر لیا۔ ان پوسٹوں کو مجاہدین سے خالی کرانا جیسے کہ پہلے تذکرہ کیا گیا ہے۔ بھارتی بری یا ہوائی فوج کے بس سے باہر ہے۔ بھارتی عوام کو گمراہ کرنے کیلئے جنگ بندی لائن کے نزدیک رہنے والوں پر بلا اشتعال توپ خانے کا فائر کیا جا رہا ہے جس کی زد میں آکر سو ملین آبادی عورتیں اور بچے شہید ہو رہے ہیں ان شہادتوں کا بھارت کو فوجی نقطہ نظر سے کیا فائدہ پہنچ رہا ہے عقل سمجھنے سے قاصر ہے۔ سوائے اس کے چند فوجی کمانڈر، ایڈمنسٹریشن کے کچھ لوگ، سبرامنیم کی سوچ رکھنے والے چند نام نہاد دانشور اور راشٹریہ سیوک

سنگھ کے بنیاد پرست ہندو' دنیا کو یہ باور کرانے پر تلے ہوئے ہیں کہ بھارت ایک عالمی قوت ہے اور اپنے چھوٹے ہمسایوں کو خوفزدہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ تاکہ وہ صرف جنوبی ایشیا نہیں بلکہ اس خطے سے باہر بھی اپنی طاقت کی دھاک بٹھا سکے۔

میری ذاتی رائے ہے کہ بھارت کشمیر کی جنگ بندی لائن کے باہر کسی بڑے ایڈونچر کو شروع کرنے کی غلطی نہیں کرے گا کیونکہ اس میں اس کا نقصان زیادہ ہے۔ وہ اس وقت صرف اپنے عوام کی توجہ اپنے سیاسی' اقتصادی' معاشی اور معاشرتی مسائل سے ہٹانے کی خاطر یہ کھیل کچھ عرصہ تک جاری رکھے گا اور اگر ستمبر کے انتخابات میں کسی پارٹی نے بھاری مینڈیٹ حاصل کر لیا تو ممکن ہے بامعنی بات چیت کا راستہ کھل جائے۔ ورنہ کمزور حکومت کے برسر اقتدار آنے پر پرانی پالیسیاں بدستور جاری رہیں گی۔

مجاہدین آزادی کے حوالہ سے میرا ایمان ہے کہ عددی برتری اور جدید ہتھیاروں کی موجودگی صرف وہ عناصر نہیں جو قوموں کو زندہ رہنے کا حق عطا کرتے ہیں۔ ماضی قریب میں فرانس کی ہند چینی اور الجریا میں شکست۔ ویٹنام سے امریکیوں کا غیر آبرومندانہ انخلاء اور افغانستان میں روس کی شکست وریخت کمزور قوموں کی جنگ آزادی کی وہ زندہ مثالیں ہیں جہاں دوسری تمام برتریاں باطل ثابت ہو جاتی ہیں۔ یقین کیجئے کہ آزادی کی تڑپ' قربانی کا جذبہ' اپنے مقصد سے لگاؤ' مضبوط قوت ارادی اور اپنے نظریئے میں اعتقاد ہی وہ عناصر ہیں جو مستقبل کی جنگوں میں بھی فیصلہ کن کردار ادا کرتے رہیں گے۔ کشمیر کی تحریک آزادی وسائل کی کمی کا شکار ہو تو ہو نظریاتی لحاظ سے بانجھ نہیں۔ یہ مٹی بڑی زرخیز ہے۔ بس ذرا نم چاہیئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر
کا حوالہ ضرور دیں۔